رٹ درخواست کے ساتھ حیمز صوبے خان نے اس مراسلے کی نقل بھی لگائی جو ۱۰ فروری کو ڈپٹی کمشنر لاہور کو لکھا تھا اور اس میں فروخت شدہ جائداد کی تفصیل دی گئی تھی۔

لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس مسٹر جسٹس تنویر احمد خان نے درخواست دہندہ کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنی شکایت کے ازالے کے لیے بورڈ آف ریونیو سے رجوع کریں۔ (روزنامہ پاکستان، لاہور۔ ۱۶ فروری ۱۹۹۲ء)

قومی شناختی کارڈ میں مذہب کا اندراج

[ملک کے بعض مذہبی حلقوں کی جانب سے یہ مطالبہ کافی عرصے سے کیا جا رہا ہے کہ قومی شناختی کارڈ میں مذہب کا اندراج ہونا چاہیے۔ کچھ عرصے پہلے عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے سربراہ مولانا خان محمد نے گوجرانوالہ میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے یہ مطالبہ پھر دہرایا۔ ماہنامہ "الشریعہ" (گوجرانوالہ) نے اس سلسلے میں اپنے اداریے میں لکھا کہ:

"تحریکِ ختمِ نبوت کی طرف سے یہ مطالبہ ایک عرصہ سے کیا جا رہا ہے اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے دستوری فیصلہ اور ملک میں جداگانہ الیکشن کی بنیاد پر غیر مسلموں کو ووٹ اور سیٹیں الگ کر دینے کے فیصلے کے بعد ان فیصلوں پر موثر اور صحیح عمل درآمد کا منطقی تقاضا تھا کہ شناختی کارڈ میں مذہب کے خانہ کا اضافہ کر کے ہر شہری کی مذہبی حیثیت کا تعین کر دیا جائے تاکہ کسی قسم کا اشتباہ اور ابہام باقی نہ رہے۔ حکومتی حلقوں کی طرف سے اس سے قبل یہ عذر پیش کیا جاتا رہا ہے کہ پورے ملک میں از سرِ نو شناختی کارڈوں کا اجراء بہت مشکل ہے لیکن گذشتہ دنوں وفاقی وزیر داخلہ کا یہ اعلان سامنے آیا کہ پورے ملک میں نئے کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ تمام شہریوں کو از سرِ نو جاری کیے جا رہے ہیں۔ اس لیے ظاہر بات ہے کہ اب تحریکِ ختمِ نبوت کے اس جائز، معقول اور ناگزیر مطالبہ کو قبول کرنے میں کوئی عملی رکاوٹ باقی نہیں رہی اس لیے ہم عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے سربراہ کے اس مطالبہ کی حمایت کرتے ہوئے وفاقی حکومت سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اس پر سنجیدگی سے توجہ دے گی اور نئے شناختی کارڈ کے ڈیزائن کو حتمی شکل دینے سے پہلے اس کے بارے میں مثبت فیصلہ ہو جائے گا۔" (جنوری ۱۹۹۲ء)

اس کے ساتھ ہی عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے ایک وفد نے صدر پاکستان جناب غلام اسحاق خان صاحب سے ملاقات کی۔ اس ملاقات کی جو رپورٹنگ اخبارات میں شائع ہوئی۔ اس پر مسیحی صحافی جناب فیروز کنول کا نقطۂ نظر ذیل میں پیش کیا جاتا ہے]

گذشتہ دنوں صدرِ پاکستان نے عالمی مجلسِ ختمِ نبوت کے وفد کے قائد اور جمعیت علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل سینیٹر حافظ حسین احمد کے مطالبہ پر یہ یقین دہانی کرائی ہے کہ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے اور آئین کی رُو سے مسلم تشخص بھی قومی تشخص کے ساتھ ضروری ہے لہذا قومی شناختی کارڈ

میں مذہب کے خانہ کے اندراج کے لیے وہ وزیرِ اعظم پاکستان اور دیگر متعلقہ حکام کو ہدایات جاری کریں گے۔"

صدر پاکستان کے متذکرہ بالا بیان سے پاکستان کے قوم پرست حلقوں اور خصوصاً اقلیتی حلقوں میں گہری تشویش کی لہر دوڑ گئی ہے کیوں کہ صدرِ پاکستان کا کہنا کہ "آئین کی رُو سے قومی تشخص کے ساتھ مسلم تشخص بھی ضروری ہے۔" پاکستان کے آئین کی من مانی تاویل قائداعظم کے نظریۂ پاکستان کی کُھلی خلاف ورزی کے مترادف ہے کیونکہ تشکیلِ پاکستان سے قبل اور پھر ما بعد بابائے قوم نے پہلی دستور ساز اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے جس نظریۂ پاکستان کی نشان دہی کی تھی اُس کے مطابق قوم کا تصور پاکستانی قوم کے حوالے سے پیش کیا تھا جس میں مسلم و غیر مسلم، ہندو اور غیر ہندو کی کوئی تخصیص روا نہیں رکھی تھی۔ اُن کا کہنا تھا کہ وقت کے ساتھ ساتھ ہندُو، ہندو نہیں رہے گا مسلمان، مسلمان نہیں رہے گا۔ مذہبی معنوں میں نہیں بلکہ ریاستی معنوں میں کیونکہ پاکستان کے تمام شہریوں کی شناخت پاکستان کے حوالے سے ہوگی اور ریاست کو اس بات سے کوئی سروکار نہیں ہوگا کہ آپ کا مذہب یا عقیدہ کیا ہے کیونکہ یہ تو ذاتی عقیدہ کی بات ہے اور ہم اس بنیادی نظریہ سے آغاز کر رہے ہیں۔"

اس واضح یقین دہانی کے بعد حیرت کا مقام ہے کہ صدرِ پاکستان ایسے ذمہ دار منصب پر فائز محمد اسحاق خان کس بنیاد پر پاکستان کے دو قومی تشخص کی بات کر رہے ہیں اور وہ بھی ان لوگوں کے ساتھ جن کی جماعت کے پورکھ تو پاکستان اور قائداعظم ہی کے مخالف نہیں تھے بلکہ اکھنڈ بھارت کے علمبردار تھے۔ صدرِ پاکستان نے آئینِ پاکستان کے سلسلے میں اپنی صوابدید کے حوالے سے من مانی تاویل کر کے قومی تشخص کو قومی اور مسلم تشخص کا ذکر کیا ہے جبکہ پاکستان کے آئین میں پاکستان کے تمام شہری پاکستانی کہلاتے ہیں اور یہ شناخت بین الاقوامی پاسپورٹ پر درج شہریت کے خانہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ جس میں بلا امتیاز مذہب و عقیدہ صرف پاکستانی درج کیا جاتا ہے اور دنیا بھر میں پاکستان کے تمام شہریوں کی شناخت مذہبی حوالے سے نہیں بلکہ قومی حوالے سے کی جاتی ہے اور یہ عین اقوامِ متحدہ کے منشور کے مطابق ہے جس کا پاکستان بھی رُکن ہے۔ خیال رہے کہ جس قسم کی قومیت کا تصور صدرِ پاکستان بیان کر رہے ہیں ایسا تصورِ قومیت تو اسرائیل ایسی ریاست میں بھی رائج نہیں جو دنیا بھر میں سب سے بڑی اور واحد مذہبی ریاست ہے۔

ہم نہایت افسوس کے ساتھ کہنے پر مجبور ہیں کہ ہم صدرِ پاکستان کی قومیت کی مبینہ تشریح و توضیح کو کسی بھی صورت میں قبول کرنے کے لیے تیار نہیں بلکہ اس کی ہر مرحلہ پر شدید مخالفت اور مذمت کرتے رہیں گے کیونکہ کسی فرد اور جماعت کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ اپنی من مرضی سے آئین اور نظریۂ پاکستان کی تشریح و تاویل کرتا پھرے خواہ اُس کا منصب کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو۔ اور اب رہی صدرِ پاکستان کی ان ہدایات پر وزیرِ اعظم اور متعلقہ حکام کے عمل درآمد کی بات تو ہم سمجھتے ہیں کہ اس سلسلے میں کسی کو بھی ایگزیکٹو آرڈر جاری کرنے کا اختیار حاصل نہیں کیونکہ یہ ایک آئینی مسئلہ ہے۔ اسے

قومی اسمبلی کے فورم اور سپریم کورٹ کے ریفرنس کے بغیر نافذ کرنا آئین، قائداعظم کے نظریۂ پاکستان اور شہریت کے بین الاقوامی تصور کے نہ صرف منافی ہوگا بلکہ دنیا بھر میں وطنِ عزیز کی رُسوائی اور جگ ہنسائی کا سبب بننے کے ساتھ ساتھ پاکستان کے شہریوں میں امتیازی سلوک اور اقلیتوں کو قومی سطح پر دوسرے درجے کے شہری قرار دینے کے جُداگانہ طریقِ انتخاب کے بعد ایک اور سازش تصور کیا جائے گا جس کے دُوررس نتائج برآمد ہوں گے جو ملک و قوم کی بقاء اور سالمیت کے منافی ہوں گے اور اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو کل یہ مطالبہ کیا جائے گا کہ غیر مسلم شہری اپنے نام اور لباس بھی اکثریتی شہریوں سے مختلف رکھیں اور اُن کی بستیاں بھی الگ بنائی جائیں اور یوں یہ سلسلہ چل نکلا تو وطنِ عزیز میں اقلیتوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا جائے گا۔ [جب] کہ پہلے ہی ملک کو بنیاد پرست عناصر کبھی خالص سُنی سٹیٹ بنانے کی باتیں کرتے ہیں، کبھی اہلِ تشیع کو کافر قرار دیتے ہیں، کبھی احمدیوں کو کلیدی عہدوں سے نکال باہر کرنے کی باتیں کرتے ہیں، کبھی مسیحیوں کو امریکی پالیسیوں کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ الغرض وطنِ عزیز میں قومیت کے مسلم اور غیر مسلم تصور سے استحکامِ پاکستان بلکہ بقائے پاکستان کو شدید نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے لہٰذا پاکستان کے روشن خیال اور قوم پرست طبقوں کا یہ فرض ہے کہ وہ مذہب کے حوالے سے مبیّنہ قومی تشخص کے حوالے سے قومی شناختی کارڈ پر مذہب کے اندراج کے حوالے سے پیدا ہونے والے محرکات اور عوامل و عواقب کا سنجیدگی سے جائزہ لیں اور صدرِ پاکستان کی غیر آئینی ہدایات پر عمل درآمد کے عمل کی راہ میں دیوار بن جائیں تاکہ پاکستان فرقہ واریت اور امتیازی سلوک کی گہری دلدل میں گرنے سے بچ جائے۔ (پندرہ روزہ شاداب، لاہور۔ ۲۹ فروری ۱۹۹۲ء)

مسیحی برادری میں اتحاد اور یک جہتی کا فقدان کیوں؟

[جناب عنایت ارشد نے "تلخ و شیریں" کے زیر عنوان مسیحی برادری میں اتحاد اور یک جہتی کے فقدان اور جناب جے۔ سالک کے ساتھ ہونے والی زیادتی میں مسیحی سیاسی و دینی رہنماؤں کی طرف سے خاموشی پر اظہار خیال کیا ہے۔ برادری میں یک جہتی کے فقدان کے سلسلے میں ان کے خیالات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔]

"مسیحیوں کی بیشتر آبادی محنت کشوں پر مشتمل ہے۔ ان محنت کشوں کو حالات وواقعات نے تعلیم کے میدان میں آگے بڑھنے کا موقع نہیں دیا۔ ان کی پچاس فیصد آبادی بے روزگاری کا شکار ہے، اس آبادی کا ایک چھوٹا سا حصہ قدرے خوشحال اور مطمئن ہے۔ ان میں ایک تو سیاست دان اور سماجی کارکن ہیں، دوسرے مذہبی پیشوا اور کلیسیاؤں سے منسلک لوگ ہیں۔ تیسرے وہ لوگ جو تعلیم، قانون اور ابلاغِ عامہ کے دیگر ذرائع سے وابستہ ہیں۔ ان تینوں گروہوں کو شمار کیا جائے تو یہ لوگ بڑی مشکل سے آبادی کا ایک فیصد حصہ ہوں گے مگر ستم ظریفی ہے کہ ان تینوں گروہوں نے مسیحیوں کے